مرثیہ
انسانیت و حسینیت

تعداد بند......۹۲

شاعر اہلبیت مولوی سید قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی کراچی، پاکستان

(۱)

انسان شاہکار خدائے قدیر ہے
خالق ہے بے مثال تو یہ بے نظیر ہے
محتاج ہے خدا کا ، جہاں کا امیر ہے
اشرف ہے پھر بھی گو کہ بظاہر حقیر ہے
اضداد مجتمع ہیں تو قدسی بھی دنگ ہیں
فطرت میں اس کی چاروں عناصر کے رنگ ہیں

(۲)

پتلا جو خاک کا ہے تو خاک اس کی زندگی
اس پر ہوائے کبر ہے سر میں بھری ہوئی
آخر نہ کیوں ہو پیکرِ اضداد آدمی
شامل ہے جب خمیر میں پانی بھی، آگ بھی
یہ منکسر مزاج بھی ہے ، تند خو بھی ہے
شعلوں کی آب و تاب بھی ذوقِ نمو بھی ہے

(۳)

آتش مزاج ، شعلہ جلالت ، شرر خصال
طوفاں پناہ ، بحر طبیعت ، گہر جمال
صر صر صفت ، نسیم طریقت ، صبا مثال
خاک آفریدہ ، خاک بسر ، خاک اتصال
ملتا ہے جھک کے شاخِ ثمردار کی طرح
کھنچتا ہے تو اپی ہوئی تلوار کی طرح

(۴)

کبرِ شہی ، غرور عمل ، جرأت ستم
توفیق عشق ، دولتِ احساس ، ذوقِ غم
تعمیرِ قوم و جذبۂ بربادیٔ امم
سب ہو گئے ہیں آدمی کی ذات میں بہم
بگڑے تو شام و کوفہ و رے کا امیر ہو
سنبھلے تو شہرِ عام کے در کا فقیر ہو

(۵)

یہ بات جو ازل ہی سے علم خدا میں تھی
تعلیم و تربیت کا ہے محتاج آدمی
لوح و قلم کو خلق کیا بہرِ آگہی
''اقرأ'' کا حکم دے کے عطا کی کتاب بھی
چپ تھی مگر کتاب ، زباں کھولتی نہ تھی
سب خوبیاں تھیں ، منھ سے مگر بولتی نہ تھی

(۶)

احکام جو کتاب میں روح الامین لائے
لازم تھا کوئی ان پہ عمل کر کے بھی بتائے
حکم صلوٰۃ میں مثلاً کیا سمجھ میں آئے
کیسے کوئی نماز پڑھے ، کس طرح پڑھائے
اک درس تھی ، عمل کی تلافی نہ تھی کتاب
تنہا کسی کے واسطے کافی نہ تھی کتاب

(۷)

اور پھر عمل نہ ہو تو ہر اک علم ہے فضول
ہر شرع کے بیان میں محکم ہے یہ اصول
با علم بے عمل ہو تو علم اس کا خاک دھول
پھر فرق کیا رہا کوئی عالم ہو یا جہول
انسان کی حیات عبارت عمل ہے سے
ایمان علم سے ہے، عبادت عمل سے ہے

(۸)

تھا اس لئے ضرور ، معلم بھی ہو کوئی
ایسا کہ جس کو علم خدا سے ہو آگہی
اس کی نظر میں ہو جو ہے منشائے ایزدی
پوری طرح ہو واقف اسرار زندگی
روشن ہوں نور حق کے چراغ اس کی راہ میں
کل راز کائنات ہو اس کی نگاہ میں

(۹)

اس واسطے خدا نے اتارے زمین پر
علم و عمل سے کرکے سرافراز کچھ بشر
جو معتمد خدا کے ، خدائی کے راہبر
انساں کی تربیت کو عمل جن کا معتبر
منبر نشین علم وہ ذی جاہ ہو گئے
میدان میں عمل کے یداللہ ہوگئے

(۱۰)

ان رہبروں نے جبکہ سنوارا ہے آدمی
اس دن سے اس زمیں کا سہارا ہے آدمی
اہلِ فلک کی آنکھوں کا تارا ہے آدمی
حد تو یہ ہے خدا کو بھی پیارا ہے آدمی
بزمِ ازل میں علم کا جو سر پہ تاج تھا
پہلا ہی جو بشر تھا ، نبوت مزاج تھا

(۱۱)

اس سے بھی بڑھ کے حق نے شرف یہ عطا کیا
مسجود خود جو تھا تو اسے بھی بنا دیا
حکمِ خدا ملائکہ نور کو ہوا
اس ایک مشت خاک کو سجدہ کریں ادا
ابلیس کی انا کو یہ صورت ڈبو گئی
اک مشت خاک اشرف مخلوق ہوگئی

(۱۲)

غیرِ خدا کو سجدے کا خالق جو حکم دے
ابلیس کم نظر ہے ، نہ بہکے تو کیا کرے
سجدے کا حکم دینے سے پہلے کریم نے
اپنی صفات سے بھی کیا متصف اسے
بے شک انہیں صفات کا حامل ہے آدمی
جب تو ملک کے سجدے کے قابل ہے آدمی

(۱۳)

وہ نورِ محض ، نورِ مجسم ہے آدمی
عالم ہے اس کا ، سرورِ عالم ہے آدمی
اعلیٰ ہے وہ علیؑ مکرم ہے آدمی
محمود وہ محمدؐ اکرم ہے آدمی
رحمانیت اگر صفت کردگار ہے
یہ بھی زمیں پہ رحمت پروردگار ہے

(۱۴)

انسان پر خدا کا یہ احسان دیکھ کر
حیرت سے دم بخود سا ہے ابلیس خیرہ سر
اس سے زیادہ اور ہو کیا عظمت بشر
اس کو بلا لیا شب معراج عرش پر
میزان گفتگو میں اسے تولنے لگا
لہجے میں آدمی کے خدا بولنے لگا

(۱۵)

تزئین روزگار فقط آدمی سے ہے
اس ارض کا سنگھار فقط آدمی سے ہے
دنیا کا یہ نکھار فقط آدمی سے ہے
اس باغ کی بہار فقط آدمی سے ہے
جنت سے آگیا ہے سمٹ کر یہ دور کیا
سب کچھ اسی کے دم کا ظہورا ہے اور کیا

(۱۶)

جھک کر ملے تو حامل خلقِ عظیم ہو
اپنے پرائے سب ہی پہ لطف عمیم ہو
اعداً کو بھی معاف کرے وہ رحیم ہو
دشمن بھی مستفیض ہوں ایسا کریم ہو
آزار دینے والوں پہ لطف و عطا کرے
کانٹے بچھانے والوں کے حق میں دعا کرے

(۱۷)

پھینکیں جو خیرہ سرخس و خاشاک فرق پر
برسائیں سنگ راستہ چلتے جو بد گہر
ضربوں سے اپنی خون بہادیں جو اس قدر
ہوجائے لال خون سے نعلین مقتدر
چن لے انہیں پیام محبت کے واسطے
ایسوں کے گھر وہ جائے عیادت کے واسطے

(۱۸)

بھوکا ہو کوئی شہر میں تو خود بھی کچھ نہ کھائے
راتوں کو چھپ کے آب وغذا اس کو دے کے آئے
تیہہ کوئی دکھانے لگے تو یہ مسکرائے
خلقِ حسن سے آتشِ غیظ وغضب بجھائے
راہِ خدا میں نفس کے غصے کو مات دے
قاتل کو جام شیر میں شہد و نبات دے

(۱۹)

جولاں کیا ہے اس نے عزائم کا وہ سمند
چھوتا ہے مہر وماہ کو جو بھر کے اک زغند
منزل کوئی پرے نہ کوئی راہ اس پہ بند
افلاک پر نظر تو ستاروں پہ ہے کمند
جبرئیل فکر سدرۂ عزم جواں پہ ہے
ہیں چاند پر قدم تو دماغ آسماں پہ ہے

(۲۰)

ٹھہرا ابھی کہاں وہ عزائم کا راہوار
کچھ اور آئی ہمت انساں بروئے کار
علمِ نجوم میں جو ہے جلاد روزگار
کرنے چلا ہے اب اسی مریخ کو شکار
دیکھا جو اس کو شاخِ قمر کی مچان پر
حیران تھا براق بھی اس کی اڑان پر

(۲۱)

اتنا بلند حوصلہ انساں ہوا تو کیا
انسانیت کی منزل اعلیٰ سے جب گرا
ارذل ترینِ خلق یہی آدمی ہوا
ابلیس نے بھی اس کو ابوجہل کہہ دیا
ایسی درندگی کہ درندوں میں بھی نہ تھی
انسانیت کی جیسے ہوا بھی لگی نہ تھی

(۲۲)

فتنہ فساد جنگ جدل قتل لوٹ مار
کینہ ، عناد وظلم وستم کرکے اختیار
بڑھنے لگی جو حد سے تمنائے اقتدار
خود آدمی کو آدمی کرنے لگا شکار
سوکھی زمیں کو خون سے جل تھل بنا دیا
دنیائے رنگ و نور کو مقتل بنا دیا

(۲۳)

آرے سے چیر ڈالا بہ مکر و ریا کبھی
انسان کو صلیب پہ لٹکا دیا کبھی
اس کا جگر چبایا کبھی ، خوں پیا کبھی
گھر میں خدا کے، سجدے میں زخمی کیا کبھی
قرآں بلب جو سر تھے، سناں پر علم کئے
حق کے علم تھے جن پہ وہ بازو قلم کئے

(۲۴)

بے دردیوں سے خون کے دریا بہا دیئے
اس ظلم سے زمین کے طبقے ہلا دیئے
بیواؤں کے ، یتیموں کے مسکن جلا دیئے
بچے جو روئے ، ان کو طمانچے لگا دیئے
صندل سے جو رچی تھیں، وہ مانگیں بگاڑ دیں
کچھ ماؤں کی بھری ہوئی گودیں اجاڑ دیں

(۲۵)

رکھا قدم جو پہلے بشر نے زمین پر
معصوم سی فضائیں تھیں ہر سمت جلوہ گر
عصمت سرائے دہر بنی جنت نظر
دارالسلام ہوگئی یہ ارض سر بسر
انساں نشان رحمت و عدل و عطا کا تھا
ہوتا نہ کیوں ، یہ دہر میں نائب خدا کا تھا

(۲۶)

لیکن یہ دور امن بہت مختصر رہا
منظر جو تھا نظر میں ، یکایک بدل گیا
حیرت سے چرخ دیکھ رہا تھا یہ ماجرا
اک بھائی کی چھری ہے تو اک بھائی کا گلا
عصمت کی جو فضا تھی ، وہ پامال ہوگئی
انسان کے لہو سے زمیں لال ہوگئی

(۲۷)

پہلی خطا تھی ، دہر میں پہلا یہ قتل تھا
قاتل کے دل میں خوف سا اس جرم سے ہوا
سیکھا جو اک پرند سے انداز دفن کا
ویسے ہی اس نے خاک میں لاشہ چھپا دیا
کوشش یہ تھی کہ بھائی کا مردہ گڑا رہے
مطلب یہ تھا کہ جرم پہ پردہ پڑا رہے

(۲۸)

دیکھو تو وہ نحیف سا اک غمزدہ بشر
بیٹھا ہوا ہے یکہ و تنہا زمین پر
تڑپا رہا ہے قلب کو اس کے غمِ پسر
ہے ریشِ پاک اشک مسلسل سے تر بتر
دنیا سیاہ کیوں نہ ہو ان کی نگاہ میں
چہلم کا دن گذر گیا فریاد و آہ میں

(۲۹)

یہ غم زدہ وہ ہے جسے آدمؑ لقب ملا
یہ وہ مقام ہے جسے کہتے ہیں کربلا
پہلا زمیں پہ خون اسی دشت میں بہا
بیٹے کا داغ باپ نے پہلے یہیں سہا
دامن سے اب زمیں کے یہ دھبا نہ جائے گا
یہ خوں سمندروں سے بھی دھویا نہ جائے گا

(۳۰)

بارش کی پہلی بوند کے مانند جو گرا
وہ خون موج موج ابلتا ہوا چلا
صدیوں کے بندھ سے بھی یہ طوفاں نہ رک سکا
اب پھر وہی لہو ہے ، وہی دشت کربلا
پھر عظمتوں کے اوج سے گرتا ہے آدمی
پھر آدمی کے خون کا پیاسا ہے آدمی

(۳۱)

پھیلا ہوا ہے دشت میں ہر چار سو لہو
قطرہ بہ قطرہ ، یم بہ یم و جو بہ جو لہو
ذرہ بہ ذرہ ، در بہ در و کو بہ کو لہو
پھر بھی زمیں پکار رہی ہے لہو لہو
کیا تشنگی تھی ضبط جو اس سے نہ کی گئی
دو چار ساعتوں میں گھڑوں خون پی گئی

(۳۲)

اتنا بشر کا خون رواں جس جگہ بہا
اس بحر خوں میں کتنے جزیرے ہیں جا بجا
دراصل یہ تو ہیں وہ شہیدانِ باوفا
جو سنگِ میل عشق ہیں ، جو منزل بقا
سمجھو تو یہ چراغ میں دامانِ طور کے
دیکھو تو بحرِ غم میں منارے ہیں نور کے

(۳۳)

ایک ایک ان میں وہ کہ سبب فخر و ناز کا
ہر اک کے سر پہ تاج کسی امتیاز کا
روحیں حقیقتوں کی تو پردہ مجاز کا
کوئی حبش کا ان میں ، کوئی ہے حجاز کا
جو بھی ہے راہ حق میں وفا کا نشان ہے
انسانیت کا دل ، بشریت کی جان ہے

(۳۴)

دیکھو وہ حریت کا نشاں ، حر کہیں جسے
وہ درِ بے بہا کہ بہادر کہیں جسے
حق آشنا بھی حق کا تفاخر کہیں جسے
تیور میں رعب وہ کہ تہور کہیں جسے
مرنے پہ بھی سکون دلی آشکار ہے
ابرو میں بانکپن ہے تو رخ پر وقار ہے

(۳۵)

دیکھو ادھر، وہ چین سے سوتا ہے اک جواں
روئے حسیں پہ ایسی جلالت کہ الاماں
لیکن کتاب عشق میں سرنامۂ بیاں
اس ارض بے وفا پہ وفاؤں کا آسماں
اس جیسا باوفا نہیں کوئی خدائی میں
سوتا ہے وہ جو ہاتھ کٹائے ترائی میں

(۳۶)

اک سمت ہے جمال بشر کا وہ شاہکار
حوریں بھی صدقے جائیں، ملائک بھی ہوں نثار
ایسے حسیں جہاں میں کب آتے ہیں بار بار
افسوس ، اس جواں کا کلیجہ بھی ہے فگار
سینے میں اس کے دیکھ کے برچھی گڑی ہوئی
روتی ہے موت اس کے سرہانے کھڑی ہوئی

(۳۷)

دیکھو وہ ایک چاند سے دولھا کی دل کشی
یہ حسن ، یہ وقار ، یہ جرأت ، یہ کم سنی
جوڑا شہانہ ہے کہ قبا خون میں رنگی
دھاریں لہو کی سہرے کی لڑیاں بنی ہوئی
کنگنا ہے زخم تیغ کا اس کی کلائی میں
ایسا کوئی بنا بھی ہے دولھا خدائی میں

(۳۸)

اس سمت دیکھیے ، وہ نشاں دوستی کا ہے
وہ سنگ میل طاعت وحق آگہی کا ہے
بندہ ہر اک خدا کا ہے، آقا خودی کا ہے
جو بھی یہاں چراغ ہے، وہ روشنی کا ہے
ایک ایک ناخدا ہے شہادت کی ناؤ پر
ہے کربلا میں خون کا دریا چڑھاؤ پر

(۳۹)

دریائے خوں کے بیچ میں تنہا اک آدمی
زخموں سے چور چور، قبا خون میں بھری
بازو شکستہ ، ٹوٹی کمر ، جوش تشنگی
دل غم سے ٹکڑے ٹکڑے مگر واہ رے جری
ذلت کی زندگی سے شہادت پسند ہے
کل کائنات پست ہے ، یہ سر بلند ہے

(۴۰)

خود بھی جمیل اور مقاصد بھی ہیں جمیل
نظروں کے اعتماد سے جبرِ شہی ذلیل
قدموں میں وہ ثبات ، شجاعت کا جو کفیل
چہرے پہ وہ وقار ، بڑے پن کی جو دلیل
ہاتھوں پہ اس کے پھول سا اک شیر خوار ہے
جس کے لبوں پہ حسن گلستاں نثار ہے

(۴۱)

رخ پر جلال ، لب پہ تبسم ، نظر میں نور
روشن جبیں کی ضو سے منور چراغ طور
عارض وہ جن کو پیار سے چومے نگاہ حور
سایہ بھی رنج وغم کا رہے جن سے دور دور
آنکھوں سے کھیلتی ہے کرن آفتا ب کی
ہونٹوں پہ جان دیتی ہیں کلیاں گلاب کی

(۴۲)

گودی میں ہے پدر کی اگرچہ وہ نونہال
دامن کے سائے میں بھی مگر ہے یہ اس کا حال
شدت سے تشنگی کی ہوا ہے جو وہ نڈھال
ہے چشم یاس سوئے پدر صورتِ سوال
ننھے سے دل میں عزم جوانی لئے ہوئے
آنکھوں میں تشنگی کی کہانی لئے ہوئے

(۴۳)

حالت پسر کی دیکھ کے وہ مرد باوقار
کہتا ہے دشمنوں سے کہ اے فوج بدشعار
انسان پر خدا نے کیا فخر و افتخار
انسانیت کو کرتے ہو کیوں حق سے شرمسار
یہ ظلم اختیار کیا کس خیال پر
پانی ہے بند کیوں مرے اس نونہال پر

(۴۴)

پیاسا کسی کو مارنا کار بشر نہیں
تم بھی ہو آدمی ہی بظاہر مگر نہیں
بچّے پہ ظلم اور خدا کا بھی ڈر نہیں
پیاسا یہ تین دن سے ہے ، تم کو خبر نہیں
ماں اس کی تشنہ لب ہے کنارے فرات کے
سوکھے ہیں قحطِ آب سے چشمے حیات کے

(۴۵)

چشمے خدا کے فیض کے جاری ہیں صبح وشام
دریا پہ سب کا حق ہے ، یہ حق کا ہے لطف عام
جاگیر یہ نہیں ہے کسی ایک ہی کے نام
اک گھونٹ اس کو دو کہ یہ بچہ ہے تشنہ کام
دریا نہ تم سے دور ، نہ پانی قلیل ہے
پیاسوں کے واسطے یہ خدا کی سبیل ہے

(۴۶)

دیکھو ، وہ جھک کے باپ نے بچے سے کچھ کہا
دیکھو ، وہ اپنے لب پہ زباں پھیرنے لگا
دیکھو ، وہ منھ کو پھیر کے روتے ہیں اشقیا
دیکھو ، وہ تیر سن سے سوئے بے زباں چلا
دیکھو ، کلیجہ باپ کا اس غم سے پھٹ گیا
دیکھو ، الٹ کے باپ سے بچہ لپٹ گیا

(۴۷)

مظلوم سے کچھ اور نہ اس وقت بن پڑا
چلو میں لے کے اس کا لہو منھ پہ مل لیا
تنہائی وہ کہ کوئی نہ ہمدم نہ آشنا
سامان دفن کا ہے نہ تربت کا کچھ پتا
میت پسر کی لے کے کہاں جائے، کیا کرے
یہ وقت کوئی باپ نہ دیکھے خدا کرے

(۴۸)

مجبور ہوکے بے کس و ناچار باپ نے
ننھی سی لاش رکھی زمیں پر سنبھال کے
اک تیغ دو زباں کو نکالا نیام سے
چھوٹی سی قبر کھود لی میت کے واسطے
ننھی لحد بنا کے بڑا نام کرگئی
اس وقت ذوالفقار عجب کام کر گئی

(۴۹)

پھر اٹھ کے اس جگہ سے ہوا اس طرف رواں
خیمے لگے ہوئے تھے کچھ اجڑے ہوئے جہاں
آئی ادھر سے دوڑ کے اک در پہ ایک ماں
شاید یہ پوچھتی ہے مرا لال ہے کہاں
صاحب، وہ میرے گھر کا اجالا کہاں گیا
آقا وہ میرا ہنسلیوں والا کہاں گیا

(۵۰)

دیکھو تو، وہ جواب میں بے کس نے کچھ کہا
سنتے ہی کیسا ماں کو وہ سکتہ سا ہوگیا
وہ خالی خالی گود میں کچھ دیکھتی ہے کیا
دیکھو، فضا میں شور یہ کیسا ہے، کچھ سنا
کہتا ہے کوئی، کیوں تمھیں بچےّ سے یاس ہے
بی بی، وہ اب بہشت میں دادی کے پاس ہے

(۵۱)

پلٹا حرم سے یوسف کنعانِ کربلا
جس کا جمال نیرِ تابانِ کربلا
نورِ نگاہ شمع فروزانِ کربلا
پائے ثبات منزل ایمان کربلا
ایسا جری کہ گردش دوراں کو ٹوک دے
ایسا قوی کے وقت کے طوفاں کو روک دے

(۵۲)

حاضر تھا در پہ مرکب خوش رنگ وخوش قدم
آیا قریب اس کے وہ مظلوم محترم
دیکھا فرس کو پھر یہ صدا دی بصد الم
تھامے کوئی رکاب کہ ہولیں سوار ہم
سنتے ہیں درد و یاس بھرے اس خطاب کو
شاید بہن نے آکے سنبھالا رکاب کو

(۵۳)

ہو کر سوار جانبِ مقتل چلا دلیر
اب ہے اسیر غم نہ بظاہر دکھوں سے زیر
کہتا ہے دبدبہ کہ ہے غصہ میں اب یہ شیر
رخ سے عیاں کہ حشر میں اب کچھ نہیں ہے دیر
چتون سے رعب ضیغم رب آشکار ہے
کہتی ہے ران باگ یہ دلدل سوار ہے

(۵۴)

پہنچا قریب لشکر اعداً جو شہسوار
دیکھا نگاہِ غور سے دشمن کو ایک بار
پھر یوں کیا خطاب بصد جاہ و افتخار
اے دشمنان آدم و انسانیت شکار
پہلے تعارف نسبی فرض عین ہے
سب جانتے ہیں نام ہمارا حسینؑ ہے

(۵۵)

ہم کون ہیں ، یہ اچھی طرح جانتے ہو تم
آنکھیں تمہارے منھ پہ ہیں ، پہچانتے ہو تم
اس کے پسر ہیں جس کو نبیؐ مانتے ہو تم
کلمہ اسی کے نام کا گردانتے ہو تم
دنیا میں آج نائب احمد ہمیں تو ہیں
قول نبیؐ سے چوتھے محمدؐ ہمیں تو ہیں

(۵۶)

ہم نے یہ قدر پائی ہے اقدار کے سبب
رفعت ملی بلندیٔ کردار کے سبب
تہذیب فکر و جذبۂ ایثار کے سبب
حق گوئی اور جرأت اظہار کے سبب
ثابت قدم ہیں حق پہ خدا کے کرم سے ہم
دبتے نہیں ہیں جو رو جفا وستم سے ہم

(۵۷)

کلمہ خدا کا پڑھ کے مکرتے نہیں ہیں ہم
انسانیت کے خوں سے نکھرتے نہیں ہیں ہم
دنیا کے اقتدار پہ مرتے نہیں ہیں ہم
راہ خدا میں موت سے ڈرتے نہیں ہیں ہم
یہ بھی عطائے خاص خدائے کریم ہے
اپنا لقب کتاب میں ''ذبح عظیم'' ہے

(۵۸)

مرنا ہو راہ حق میں تو مرنے سے خوف کیا
ہم کامیاب ہوں جو ہو سجدے میں سر جدا
کٹتا ہے ذکرِ حق میں تو کٹ جائے یہ گلا
لٹ جائے گھر بھی راہ خدا میں تو کیا ہوا
کیا ڈر مقابلے پہ اگر تخت و تاج ہو
ہر ظلم کے خلاف مگر احتجاج ہو

(۵۹)

پہچان لو ہمیں کہ امامؑ زماں ہیں ہم
کرتے ہیں اپنے دشمن جانی پہ بھی کرم
لیکن نہ ہوگا بیعت فاسق کو سر یہ خم
انسانیت کی عظمت و توقیر کی قسم
عزت کی موت شکر خدا کا مقام ہے
ذلت کی زندگی ہو تو جینا حرام ہے

(۶۰)

انسانیت کا مقصد و مفہوم ہے وہی
تعریف میں جو دین کی سمجھا گئے علیؑ
یعنی ہر ایک حکم الٰہی کی پیروی
پھر خلقت خدا میں محبت ہر ایک کی
یہ دین بھی ہے، ہادیٔ دیں کی صفت بھی ہے
اسلام بھی یہی ، یہی انسانیت بھی ہے

(۶۱)

تم کلمہ گو ہو ، تم کو یہ شیوا نہ چاہئے
اصنامِ کبر و جور کی پوجا نہ چاہئے
دنیا کے بدلے دین کو بیچا نہ چاہئے
انسانیت کی روح کا سوادا نہ چاہئے
شام ستم میں صبح کی تابندگی بنو
حیوانیت کو ترک کرو آدمی بنو

(۶۲)

یہ سن کے فوج کیں میں ہوا اضطراب سا
ذہنوں میں جاگنے لگا اک انقلاب سا
احساس جرم بن گیا خود اک عذاب سا
جو سنگ دل تھے، ان کو بھی تھا پیچ وتاب سا
جو اہل دل تھے،خوف سے تھرا کے رہ گئے
مردہ ضمیر طیش میں بل کھا کے رہ گئے

(۶۳)

سردار کی نظر تھی جو لشکر کے حال پر
سمجھا کہ اب ہے شام کا سورج زوال پر
اک خوف سے لرزنے لگا اس خیال پر
بولا ، چلاؤ تیر پیمبرؐ کے لال پر
بس آج فیصلہ یہ ہماری انا کا ہے
باغی امیرِ شام کا باغی خدا کا ہے

(۶۴)

سنتے ہی حکم حاکم افواجِ بد سیر
سب بھول بیٹھے گفتگوئے شاہِ بحرو بر
تھی لطف خسروی پہ جو ایک ایک کی نظر
حق نمک کی کھا کے قسم باندھ لی کمر
حملے کو اہلِ فتنہ و شر صف بہ صف بڑھے
اصحاب فیل کعبۂ حق کی طرف بڑھے

(۶۵)

یہ دیکھ کر حسینؑ کے تیور بدل گئے
قبضے پہ ہاتھ رکھ کے فرس پر سنبھل گئے
بدلی ہوئی نظر کے جو کچھ وار چل گئے
کچھ سورما تو پہلے ہی چپکے سے ٹل گئے
حملے کے ڈر سے ہی صف اول بکھر گئی
ندی غرور کی جو چڑھی تھی اتر گئی

(۶۶)

پھر لب کشا ہوئے یہ شہؑ آسماں جناب
افسوس ہے کہ تم نے بھلا دی رہ صواب
اب تک تو میں نے تم سے زباں سے کیا خطاب
اب بھی جو سرکشی ہے تو سن لو مرا جواب
انسانیت سے عہد وفا توڑتے نہیں
حیدرؑ کے لال جنگ سے منھ موڑتے نہیں

(۶۷)

انسانیت نے ہم کو پکارا تو آئے ہیں
مظلومیت نے مانگا سہارا تو آئے ہیں
حق کا ہوا جو ہم کو اشارہ تو آئے ہیں
تم نے کہا کہ آؤ خدارا تو آئے ہیں
اب جنگ پر تلے ہو تو اب جنگ ہی سہی
مرنا ہی چاہتے ہو تو اچھا یہی سہی

(۶۸)

تلوار اب اٹھاتے ہیں ناچار دیکھنا
خیبر کشا کے لال کی پیکار دیکھنا
دھڑکن دلوں کی ، خون کی رفتار دیکھنا
اب زورِ دست حیدرؑ کرار دیکھنا
تکمیل پائے آج جو فرض امامؑ ہو
وہ معجزہ دکھاؤں کہ حجت تمام ہو

(۶۹)

یوں تو ہماری جرأت اظہار معجزہ
بیعت کی اس طلب پہ یہ انکار ، معجزہ
اک اس فرس کی سرعت رفتار معجزہ
پھر یہ خدا کی دی ہوئی تلوار معجزہ
حیدرؑ کی یہ ، رسولؐ کی وہ یادگار ہے
نام اس کا ذوالجناح ہے، یہ ذوالفقار ہے

(۷۰)

جب یوں کیا کلام امامؑ انام نے
حملہ کیا حضور پہ افواج شام نے
کھینچی کمر سے تیغ شہؑ تشنہ کام نے
اب کس میں ہے یہ تاب کہ آجائے سامنے
سن کر ملوکیت یہ خبر ، تھر تھرا گئی
مظلومیت کے ہاتھ میں تلوار آگئی

(۷۱)

دست امامؑ وقت میں جو ذوالفقار ہے
انسانیت نواز و عدالت شعار ہے
حق بیں ہے، حق پناہ ہے، باطل شکار ہے
اس پر خدا کے دین کا دارو مدار ہے
آئی ہے حفظِ حق کو شہؑ انس و جاں کے پاس
رہتی ہے رات دن یہ امامؑ زماں کے پاس

(۷۲)

تلوار معجزہ ہے بدستِ امامؑ پاک
بیٹھی ہوئی ہے خندق وخیبر سے اس کی دھاک
اعدائے بوتراب کو دم میں چٹائے خاک
ہفتاد گز پہ جائے یہ کرتی ہوئی ہلاک
کچھ فرق کاٹ میں ہے نہ کچھ آن بان میں
جیسے علیؑ کے ہاتھ میں تھی نہروان میں

(۷۳)

کرتی ہے بند جنگ میں راہ فرار کو
بچ کر نکلنے دیتی نہیں راہوار کو
دیتی ہے دوڑنے میں ہزیمت سوار کو
دوڑا کے مارتی ہے ہر اک نابکار کو
ان برق گامیوں سے یہ گرم ستیز ہے
گھوڑے بھی مانتے ہیں کہ تلوار تیز ہے

(۷۴)

بدلی نظر کسی نے تو فوراً اکڑ گئی
سر دھڑ سے گر پڑا جسے اک ہاتھ جڑ گئی
رگ رگ سے خوں نچوڑ لیا جب یہ اڑ گئی
تلوار کو لہو کی عجب چاٹ پڑ گئی
لیکن نجس غذا سے شکم پاٹتی نہیں
خوں چکھ کے تھوک دیتی ہے، لب چاٹتی نہیں

(۷۵)

جیسے امامؑ وقت کی تلوار معجزہ
تلوار کا وغا میں ہر اک وار معجزہ
ویسے ہی یہ حسینؑ کا رہوار معجزہ
معجز نما کے اسپ کی رفتار معجزہ
وارث یہی براق کا دنیا میں آج ہے
فرفر یہ دوڑتا ہے کہ رف رف مزاج ہے

(۷۶)

دم میں پھلانگ جاتا ہے یہ ماہ و سال کو
ماضی بس ایک آن میں کرتا ہے حال کو
کیا پاسکے سمندِ شہؑ دیں کی چال کو
لگ جائیں پر بھی گر مرے اسپِ خیال کو
دیکھو اشارہ پا کے مڑا ، مڑ کے وہ گیا
میدان میں وہ جم کے اڑا ، اڑ کے وہ گیا

(۷۷)

برش سے ذوالفقار کی ہیبت ہے فوج میں
ٹاپوں سے راہوار کی دہشت ہے فوج میں
ہلچل ہے، زلزلہ ہے، قیامت ہے فوج میں
بھگدڑ ہے، زلزلہ ہے، قیامت ہے فوج میں
گرتی ہے برق تیغ جری کوند کوند کر
غصہ اتارتا ہے فرس روند روند کر

(۷۸)

مارا کسی کو تیغ دو پیکر کی وار نے
کچلا کسی کا کردیا ٹاپوں کی مار نے
کاٹا کسی کا سینہ و سر ذوالفقار نے
روندا کسی کو اسپ شہؑ نامدار نے
اعدا نے ہار مان لی دونوں کے داؤں سے
تیغ جری کے ہاتھ سے گھوڑے کے پاؤں سے

(۷۹)

شہؑ نے دکھائے رن میں جو خیبر کشا کے ہاتھ
ایک اک کو یاد آگئے دست خدا کے ہاتھ
بھاگی سپاہِ شام وغا سے اٹھا کے ہاتھ
تلوار چومنے لگی شاہِؑ ہدا کے ہاتھ
اٹھا نجف کی سمت سے غل ، مرحبا حسینؑ
دریا سے آرہی ہے صدا ، واہ یا حسینؑ

(۸۰)

اللہ رے ، فوج کیں پہ چڑھائی حسینؑ کی
جرأت نے خود بھی تھاہ نہ پائی حسینؑ کی
تاریخ بن گئی یہ لڑائی حسینؑ کی
اب ظلم دے رہا ہے دہائی حسینؑ کی
گھگھیا رہے ہیں بانیٔ بیداد ، یا حسینؑ
ہر سمت ایک شور ہے ، فریاد یا حسینؑ

(۸۱)

بس سنتے ہی وہ نالہ و فریاد کی صدا
دشمن کی بے بسی پہ انہیں رحم آگیا
تلوار روک کر شہؑ مظلوم نے کہا
لو اے گروہِ ظلم شعارانِ کربلا
تلوار ہم نے روک لی ، حربے سنبھال لو
اب وقت آگیا ہے کہ حسرت نکال لو

(۸۲)

یہ رسمِ اہلِ جاہ و ہوس بھی عجیب ہے
ہر عیسیٰ زماں کا مقدر صلیب ہے
میں جانتا ہوں اب مری منزل قریب ہے
لیکن ملوکیت بھی ہزیمت نصیب ہے
مقصد سے ہم کنار کرے گی قضا مجھے
سنتے ہو کچھ ، پکار رہا ہے خدا مجھے

(۸۳)

فرما کے پھر رضاً بقضا تیغ روک لی
حسرت سے اک نشیب کی جانب نگاہ کی
اب ہاتھ میں سپر ہے نہ شمشیرِ حیدری
بے خوف ہو کے فوج عدو پھر پلٹ پڑی
مائل بہ رحم دیکھ کے حق کے نقیب کو
چاروں طرف سے گھیر لیا اک غریب کو

(۸۴)

وہ شام کے سیاہ نصیب و سیہ نظر
تھے آدمی کے بھیس میں دراصل جانور
تنہا نظر پڑا جو یہ حیدرؑ کا شیرِ نر
مثل شغال بڑھنے لگے چیخ چیخ کر
تہذیب کے جہان میں طوفان آگیا
نرغے میں بھیڑیوں کے اک انسان آگیا

(۸۵)

مارا کسی نے نیزہ کسی کا تبر چلا
خنجر سے وار کرنے لگا کوئی بے حیا
چلنے لگے جو تیر تو سینہ سپر کیا
ماری سناں کسی نے تو پہلو بدل لیا
کچھ بد گہر جو دور سے پتھر چلاتے ہیں
مولاؑ فرس کی پشت پہ تھرائے جاتے ہیں

(۸۶)

دم لینے کو فرس پہ سنبھلتے ہیں آپ جب
اک ساتھ شہؑ پہ وار چلاتے ہیں سب کے سب
مارا کسی نے سینے پہ نیزہ ، ارے غضب
سنبھلا گیا نہ راکب دوش نبیؐ سے اب
گردن میں راہوار کی بانہوں کو ڈال کے
مقتل کی سمت بڑھنے لگے دل سنبھال کے

(۸۷)

دیکھو ادھر نشیب کی جانب بچشم دل
جس سمت بڑھ رہا ہے وہ رہوار مضمحل
رونے کی اک صدا ہے فضاؤں میں مستقل
دل سوز سسکیاں ہیں تو آہیں ہیں جاں گسل
جہد عمل میں الٹے ہوئے آستین کو
بالوں سے کوئی جھاڑ رہا ہے زمین کو

(۸۸)

نزدیک اس نشیب کے پہنچا جو راہوار
کچھ اور تیز ہوگئے اہل جفا کے وار
نیزے ہزار ، گرز بہت ، تیر بے شمار
زخموں سے چور پیاس کی شدت سے بے قرار
مظلوم جب سنبھل نہ سکا پشت زین پر
رہوار گھٹنے ٹیک کے بیٹھا زمین پر

(۸۹)

لو آگیا زمیں پہ وہ مظلوم کربلا
لو سجدۂ خدا میں وہ سر کو جھکا دیا
لو گھٹ رہا ہے خنجر و گردن کا فاصلا
بی بی وہ اک تڑپ کے نکل آئی بے ردا
مقتل کی راہ ٹھوکریں کھانے میں کٹ گئی
آکر بہن شقی کی چھری سے لپٹ گئی

(۹۰)

کہنے لگی تڑپ کے یہ ظالم سے ، ٹھہر جا
للہ ، اب توظلم و تعدی سے ہاتھ اٹھا
اس وقت تو خدا کے لئے یہ ستم نہ ڈھا
بھیا کو میرے چھوڑ دے ، مجھ پر چھری چلا
بھائی ہے میرا مادر ذی شاں کی گود میں
بیٹے کو تو شہید نہ کر ماں کی گود میں

(۹۱)

ظالم نے ایک بھی نہ سنی اس غریب کی
لو آستیں الٹ کے جفا کو بڑھا شقی
لو زلزلہ وہ آنے لگا ، وہ چھری چلی
فریاد یا محمدؐ و فریاد یا علیؑ
زہراؑ پکاریں ، ہائے مرا لال مر گیا
انسانیت کے قلب میں خنجر اتر گیا

(۹۲)

ساحرؔ، بس اب خدا کے لئے روک لے زباں
للہ ، اب نہ اور سنا غم کی داستاں
درگاہِ شاہِ دیں میں دعا کر بصد فغاں
یہ مرثیہ قبول ہو یا شاہؑ انس و جاں
اس راہ میں مراتب اعلیٰ نصیب ہوں
ہر سال مجھ کو مرثیے کہنا نصیب ہوں

(ماخوذاز''احساس غم''، مجموعۂ مراثی،صفحہ نمبر ۲۴۵ تا ۲۷۷)

رباعی

مولوی سید قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی، پاکستان

ساحرؔ پہ جو مولاؑ کا کرم عام ہوا
ہر مرثیہ ہم رتبۂ الہام ہوا
اللہ رے نصیب ، آتے ہی منبر پہ قدم
توقیر ملی، اوج بڑھا ، نام ہوا

قطعہ

گردشِ وقت نے ہر چیز کو پلٹایا ہے
راہِ گم کردہ نے منزل کا پتہ پایا ہے
بڑھ کے سینے سے لگا لیجیئے حُر کو مولا
شام کا بھولا ہوا صبح کو گھر آیا ہے

❁❁❁